ڈاکٹر عاصی کرنالی کے سلام، مناقب اور مراثی کا انتقادی جائزہ

A Critical Review of Dr. Aasi Karnali's Salam, Manaqib and Maraasi

شہزاد احمد خان[i]

Abstract:

Dr. Aasi Karnali was a renowned Poet of Urdu, who came from Karnal after Partition and settled in Multan. He wrote in almost every form of Poetry and also worked in Urdu Prose. He published seventeen books in Poetry and Prose. His contribution in Salam, Manqabat and Marsia is note worthy. His Two books are about this form of Poetry. His love and Passion with the family of the Holy Prophet (S.A.W.W) regarded as Ahel-e-bait (a.s) is reflected crystal clear from these forms of poetry, in which he stood with the tradition by form and thoughts in real spirit. In these poems, his poetic vision reflects his ideological commitment towards the Nobel cause of the Ahel-E-Bait (a.s). In these forms of Urdu poetry, he describes the historical events of Islamic history with truth and wisdom. In his life, he was an un-bais person and was acceptable to almost every sect of the Muslim society. He was a truth lover poet and under this religious poetry, he expresses his emotions and thoughts in an appropriate manner.

Keywords: *Karnal, Manqabat, Marsia, Note Worthy, Passion, Ahl-E-Bait(A.S), Spirit, Tradition, Un-Bias, Truth lover, Appropriate.*

۱۹۲۷ء میں ہندوستان کے شہر کرنال میں پیدا ہونے والے شریف احمد نے عاصی کرنالی کے قلمی نام سے دنیائے اردو میں نام کمایا۔ وہ تقسیم ِبر صغیر کے بعد ہجرت کر کے پاکستان کے شہر ملتان میں آباد ہوئے اور یوں تقریبًا چھے دہائیوں تک اردو ادب کے اُفق پر اپنی تخلیقی کاوشوں کے جوہر بکھیرتے رہے انہوں نے اردو نظم و نثر میں اپنی کلیات ِشعری سمیت ۱۷کتب یاد گار چھوڑی ہیں، شاعری میں نظم و غزل، حمد و نعت، سلام، منقبت، مرثیہ اور نظم و غزل کے شعری مجموعے جب کہ اُن کی تخلیق کر دہ نثر میں افسانہ، شخصیات نویسی، انشائیہ، طنز و مزاح، سفر نامۂ اور تحقیق و تنقید کی اصناف پر مشتمل ہے۔ انہوں نے روحانی مقدسات کی شان میں سلام و مناقب کہے اور واقعہء کربلا کے تناظر میں مراثی تخلیق کیے جواُن کے دو شعری مجموعوں "جاوداں" اور "خاصان ِخدا کربلا میں" کے عنوان سے ہیں۔ اُن کے سلاموں میں حزن وملال، کرب انگیزی اور غم آفرینی موجود ہے جب کہ مناقب کی صنف میں اہل بیت اطہار کے فضائل کا احاطہ دینی علم کے پس منظر میں اور خوش عقیدگی کے جوہر سے کیا گیا ہے۔ عاصی کرنالی کے مرثیوں میں کربلا میں حضرت امام حسین اور ان کے رفقا کی لا زوال قربانیوں کا تذکرہ تاریخی واقعات کی ترتیب اور جذبہ و فکر کی آمیزش کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اُن کے ہاں حسن ِعقیدت کی کار فرمائی بھی ہے اور شعور و فکر کی روشنی بھی۔ خانوادۂ رسولﷺ کی شان میں فضائل و مصائب کے احوال پر مشتمل یہ منظوم نذرانۂ عقیدت ہمارے دینی ادب میں ایک قابل قدر اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

کلیدی الفاظ: اُفق ، روحانی مقدسات ، حزن و ملال ، کرب انگیزی ، غم آفرینی ، فضائل ، خوش عقیدگی ، آمیزش ، حسن ِعقیدت ، کار فرمائی۔

تقسیم ِبر صغیر کے بعد کرنال سے آ کر ملتان آباد ہونے والے ڈاکٹر عاصی کرنالی کہ جن کا اصل نام شریف احمد تھا، کا ادبی سفر چھے دہائیوں پر محیط ہے۔ اس کا آغاز تو وہ اپنے آبائی شہر ہی سے کر چکے تھے مگر

[i] اسکالر پی ایچ۔ڈی، شعبہ اردو، جامعہ کراچی(Corresponding Author)

یہاں آ کر اُنھیں جو شہرت اور دوام ملا وہ ان کی شعری لیاقت اور فنی ریاضت کا آئنہ دار ہے۔ ان کے شعری مجموعوں میں رگِ جاں (نظم و غزل) ۱۹۵۶ء جشنِ خزاں (نظم و غزل) ۱۹۶۸ء، مدحت (نعت) ۱۹۷۶ء، نعتوں کے گلاب (نعت) ۱۹۸۶ء (صدارتی ایوارڈ یافتہ)، چمن (نظم و غزل) ۱۹۸۶ء، حرفِ شیریں (نعت) ۱۹۹۳ء، میں محبت ہوں (نظم و غزل) ۱۹۹۳ء، تمام و نا تمام کلیاتِ شعری) ۱۹۹۴ء، خاصانِ خدا کربلا میں (مراثی) ۲۰۰۰ء، مرحلۂ شوق (نظم وغزل) ۲۰۰۵ء اور آوازِ دل (نعت) ۲۰۰۶ء شامل ہیں جب کہ اردو نثر میں چہرہ چہرہ ایک کہانی (افسانے) ۱۹۸۱ء لبِ خنداں (طنز و مزاح) ۱۹۸۸ء، اپنی منزل کی طرف (سفر نامۂ حج) ۱۹۹۰ء، چراغِ نظر (انشایئے، خاکے، طنز و مزاح، تنقیدی و تحقیقی مضامین ۱۹۹۴ء اور ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر'' ۱۹۹۴ء کے عنوان سے ان کا پی ایچ۔ ڈی کا تحقیقی مقالہ ادب کی متنوع فنی جہتوں میں اُن کی تخلیقی و تحقیقی صلاحیتوں کا اظہار ہیں۔

اہلِ بیتؑ اطہارؑ سے محبت ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ عاصی کرنالی نے ایک خوش عقیدہ شاعر کی حیثیت سے مجلسِ عزا میں بھی اپنا کلام پیش کیا۔ ان کے شعری مجموعے ''جادواں'' (سلام و مناقب) اور ''خاصانِ خدا کربلا میں'' (مراثی) کی صنف میں دینیاتی شاعری کے ذخیرے میں اہم اضافہ ہیں۔ عاصی کرنالی کے سلام و مناقب میں اہلِ بیتؑ اطہارؑ سے عقیدت و مؤدت کا جوہر نمایاں ہے ''جادواں'' کے دیباچے میں ''اظہار خیال'' کے عنوان سے ڈاکٹر اسد اریب رقم طراز ہیں:

> ''عاصی کی ایک واضح خوبی یہ ہے کہ اس کے شعری تجربوں کے پس منظر میں اردو شاعری کا پیکر اپنے مکمل خد و خال کے ساتھ نمایاں نظر آتا ہے۔'' (۱)

ان کی سلام نگاری میں شعور کی روشنی فکر کی آمیزش سے جلا پاتی ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب کا اس ضمن میں مزید کہنا ہے:

> ''عاصی کرنالی نے ان مناقب اور سلاموں میں نظم کی جملہ صفات کو برتنے کا تجربہ کیا۔ روایت سے قدرے پلٹ کر اظہار کی نئی راہ دی۔ یہ ایک ایسا اندازِ سخن ہے جو عموماً توضیحاتی نظموں کے لیے تصرف میں لایا جاتا ہے۔ ایسی نظموں میں موضوع اور معانی کے درمیان لسانی مطابقت بھی پیدا کی جاتی تھی۔ یہی تجربہ عاصی نے ''جادواں'' کے بیشتر

سلاموں میں کیا ہے۔" (۲)

ان کے ہاں سلاموں کی فضا غم انگیز ہے۔ ڈاکٹر سید قمقام حسین جعفری "صنف سلام اور اس کا عہد بہ عہد ارتقاء" میں لکھتے ہیں :

"سلام میں ایسے اشعار کا ہونا ضروری ہے جن کو پڑھ کر غم کے جذبات موجزن ہوں اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جائیں۔" (۳)

فنی اخلاص کا حامل یہ کلام خیال و فکر کی لطافتوں کا مظہر ہے۔ عاصی کرنالی کا اس ذیل میں کہنا ہے :

"میرے نزدیک سلام و منقبت وہ اجزا ہیں جن کی ترتیب و ترکیب سے ایمان تشکیل پایا ہے۔ حُب کے رنگ سے خوش رنگ ہو کر اور مؤدت کی خوشبو سے مہک کر مناقب میں وہ شگفتگی، رعنائی اور زیبائی پیدا ہو جاتی ہے جو انھیں باقی فنی اصناف سے ممیّز کرتی ہے۔ عقیدت کی یہ شاعری سچے جذبوں، کھری صداقتوں اور شفاف ارادتوں کے ساتھ وجود میں آئی ہے۔ نعت، سلام اور منقبت وہ اصناف ہیں جن کے تخلیقی عمل میں کھوٹ کی آمیزش ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ شاعری تو اول سے آخر تک زر تاب ہوتی ہے کیوں کہ حسنِ نیت کی بھٹی میں پگھل کر اور صدقِ عمل کی کسوٹی پر چڑھ کر ظہور میں آتی ہے۔" (۴)

ان کی نظموں کی زبان ابلاغ کے تقاضوں کا دراک کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب اُن کی منقبت نگاری اور سلام نویسی کے بارے میں لکھتے ہیں :

"جاوداں" کے شاعر نے منقبت اور سلام کے نظام ہیئت میں تبدیلیاں تو نہیں کیں لیکن ان اصناف کے لسانی پیکر میں ترمیم اور اضافے ضرور کیے۔ روایتی لفظوں کو بالکل نظر انداز کر کے اردو نظم کے دائرہ خیال کے ایسے الفاظ اور لفظوں کی ایسی ساخت مستعار لی جو عموماً غزل کی ہیئت سے مخصوص تھی۔ خاص طور پر توضیحاتی اسلوب کو جو نظم کا خاصاً سمجھا جاتا تھا۔ ان اصناف سخن کے لیے برتنے کا تجربہ کیا۔" (۵)

عاصی کرنالی نے سلام کی صنف کو ایک مشاق شاعر کے طور پر روانی اور سلاست سے برتا ہے۔

مرتضیٰ اشعر کے مرتب کردہ سلاموں کے شعری مجموعے ''س۔ سلام''میں اس صنف کی بابت کچھ یوں رائے دی گئی ہے:

> ''موضوعی طور پر سلام مردف و غیر مردف ہر دو صورتوں میں عظمت رسالتِ ﷺ و امامت، اہلِ بیت اطہارؓ کی منقبت، واقعہ ء کربلا کے حوالے سے اشاریہ اندازِ اظہاریت کا مسلمہ ادبی طریقہ رہا ہے۔ گویا حسینؓ کی عظمت کو سلامی کے ساتھ ساتھ ان واقعات کو بھی حسبِ توفیق عالمانہ شاعرانہ، ادیبانہ، خلاقانہ اسلوب سے بیان کرنے کا رویہ یا شعری فارم ہے۔'' (۷)

عاصی کرنالی کے سلاموں میں فکر کی جلا کا حوالہ مستحکم ہے:

جو تو نہ گھر سے نکلتا، سفر پہ جاتا کون؟ جہاد راہ خدا کی طرف بلاتا کون؟
کسے پڑی تھی کہ تیغوں کی باڑھ پر آتا وطن کو چھوڑتا غربت میں سر کٹاتا کون؟

ان کے مناقب میں خانوادہِ رسولؐ کی مدحت عقیدے کی حسن آفرینی سے لبریز ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب ''جاویداں'' کے دیباچے میں عاصی کرنالی کی فکر اہل بیت کے شعری سفر پر کچھ یوں نظر ڈالتے ہیں:

> ''عاصی اس دور کا ایسا پختہ کار شاعر ہے جسے اپنے نظائر کی نصف صدی سے زیادہ شعری تسلسل اپنے عہدے کے ذہنی ارتقا کی مکمل آگہی حاصل ہے۔ اپنی غیر معمولی ادبی ذہانت کے ذریعے اس نے مذہبی احساس کی شاعری خصوصاً نعت و منقبت میں قدیم روایتوں سے ہٹ کر نئے تصرفات سے کام لیا۔ ''جاوداں'' کے یہ مناقب اس کے اسی مجددانہ تفکر کا نتیجہ ہیں۔'' (۸)

منقبت نگاری حصولِ ثواب کا ذریعہ بھی ہے اور روحانی مقدسات سے وابستگی کا منظوم اظہار بھی۔ ڈاکٹر اسد اریب کا کہنا ہے:

> ''جاوداں'' مجموعہ سلام و منقبت کا ہے لیکن فی الحقیقت اسے اردو کے جدید شعری ارتقا کی منزل کہنا چاہیے کیوں کہ شاعری کی اصل عظمت اسلوب کی ندرت، تخیل کی نزاکت، بیان کی مہارت اور اظہار کی اُس مثالی انفرادیت سے وابستہ ہے جو کسی شاعری کو عمدہ اور اعلیٰ نمونہ قرار دیتی ہے۔'' (۹)

ان کی مناقب میں اسلامی تاریخ کا عکس جھلکتا نظر آتا ہے۔ حضرت عباس علمدارؑ کی شان میں کہے گئے یہ اشعار انھی حوالوں کو نمایاں کرتے ہیں:

پانی پر پہنچ کر بھی وہ پانی کا نہ پینا — یہ صبر دو عالم کی عبادت سے سوا ہے
اُک تشنہ دہن شخص کی غیرت کوئی دیکھے — دریا ہے کہ عباس کی ٹھوکر میں پڑا ہے[۱]

اُن کے مراثی کے مجموعے ''خاصانِ خدا کربلا میں'' میں پانچ مرثیے شامل ہیں۔ نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کی لازوال قربانی انسانی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے کہ جس سے ہر زمانے کا با ضمیر انسان کسبِ فیض حاصل کر سکتا ہے۔ سید افضل حیدر اپنی تصنیف ''ذکرِ حسینؑ'' میں امام حسینؑ کی لازوال قربانی کی بابت لکھتے ہیں:

''ہر دور میں عقیدت مندوں کے ایک قابلِ قدر گروہ نے امام کی محبت کو جزوِ ایمان قرار دیا اور ہر زمانے میں آپ کی ذات اہلِ علم و عرفان کی توجہ کا مرکز رہی۔ ہر عہد کی حریت نوازوں نے آپ کے اسوہ سے تقویت حاصل کی۔ امام نے مختلف انداز میں ہر دور کو متاثر کیا ہے۔ آپ کی قربانی، استقلال اور صبر پر ایک دنیا فریفتہ ہے۔''(۱۱)

عاصی کرنالی نے مرثیہ نگاری کے حوالے سے روایت کی پاسداری کی ہے۔ ڈاکٹر روبینہ ترین اپنی تصنیف ''تاریخ ادبیاتِ ملتان'' میں اُن کے بارے میں لکھتی ہیں:

''عاصی کرنالی (۱۹۲۷ء) نے ہر صنفِ شاعری پر طبع آزمائی کی۔ مرثیہ گوئی کا آغاز ۸۰ کی دہائی میں کیا۔ ان کا مجموعہ ''خاصانِ خدا کربلا میں'' کے عنوان سے منظر عام پر آ چکا ہے۔ قادر الکلام شاعر ہیں۔ سنی العقیدہ ہونے کی وجہ سے ان کے مرثیوں میں ایک نئے انداز نے جنم لیا ہے۔ ان کے مرثیے جدید لب و لہجے کے حامل ہیں اور عصرِ حاضر کے حوالے سے بہت سے استفسارات کو ابھارتے ہیں اور آشوبِ عصر کو موضوع بناتے ہیں روایت اور جدت میں امتزاج، خیالات و اظہار و ابلاغ میں پختگی ان کا وصف ہے۔''(۱۲)

اردو مرثیہ نگاری میں نمایاں ناموں نے مسدس کی ہیت میں طبع آزمائی کی ہے۔ حسین سحر اپنی تصنیف ''اظہار و بیان'' میں اس صنف کے بارے میں کچھ یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

''یہ ایک ایسی مرکب صنفِ سخن ہے جس میں قصیدے کی شان و شوکت اور مدح سرائی،

مثنوی کا تسلسل، بیان اور منظر نگاری اور غزل کا تغزل موجود ہے لیکن ان تمام خصوصیات کے باوجود مرثیے کا انفرادی رنگ بھی قائم رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مرثیہ بیانیہ شاعری کا شہکار ہے اور اسمیں جگہ جگہ ایسے اخلاقی نکتے ملتے ہیں جن میں نیکی اور ایثار کی تلقین کی گئی ہے۔" (۱۳)

عاصی کرنالی کے مرثیے بعنوان "تکمیل" میں ساٹھ بند ہیں اور اس کا موضوع حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی سرزمینِ کربلا پر طاغوت کے خلاف لڑی جانے والی جنگ ہے۔ اس حوالے سے شاعر کا امام عالی مقامؑ کے لیے خراج عقیدت ملاحظہ ہو:

سن لیجے شبیر کا اک اور بھی ہے نام　　اسلام ہے، سلام ہے، اسلام ہے، اسلام
اللہ کی محبت سے انھی سے ہوا اتمام　　حق جلوہ نما ہو گیا غارت ہوئے اصنام
آئے سر صحرائے بلا اُٹھے کے حرم سے　　دیں از سر نو زندہ ہوا اُن کے قدم سے "(۱۴)

یہ مرثیہ واقعات کربلا کی لفظی تصویر کشی کا منظوم حوالہ ہے۔ ڈاکٹر عذرا شوذب کا اپنے مضمون "عاصی کرنالی کی مرثیہ نگاری" میں کہنا ہے:

"اصحابِ حسینؑ کی وفاداری، جانثاری اور طرزِ قربانی کا بیان اس مرثیے کا ایک نمایاں جزو ہے۔" (۱۵)

دوسرا مرتبہ "تہذیب و وفا" کے عنوان سے حسینی فوج کے علمدار حضرت غازی عباسؑ کے حوالے سے ہے:

عباسؑ منزلِ بنو ہاشم کا وہ قمر　　جو جلوہ گاہِ عرش سے اترا علیؑ کے گھر
عباس دستِ صانعِ قدرت کا اک ہنر　　وہ نقش جس پہ خود بھی کرے ناز نقش گر
اک حسنِ امتزاج جلال و جمال کا　　ثانی جہاں میں کون ہے اس بے مثال کا (۱۶)

شاعر نے حضرت عباسؑ کی وفا کے حوالوں کو واقعاتی تاریخ کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر عذرا شوذب کا اس ذیل میں مزید کہنا ہے:

"مرثیہ نگار نے شہنشاہِ وفا کی خوئے وفا کو تخلیقی تجربہ بناتے ہوئے واضح کیا ہے کہ نواسہ رسول ﷺ کی ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ عباسؑ انھیں بھائی کہہ کر پکاریں لیکن حضرت عباسؑ نے انھیں تا دمِ مرگ آقا و مولا کہہ کر ہی مخاطب کیا۔" (۱۷)

عاصی کرنالی کا مرثیہ ''لہو لہو گلاب'' حضرت علی اکبرؓ کے حال کا بیان ہے کہ جو حضرت امام حسینؓ کے فرزند تھے۔ ڈاکٹر عذرا شوذب اس مرثیہ کے بارے میں اپنی رائے کچھ یوں دیتی ہیں :

''سنتالیس بند کے اس مرثیے میں جن واقعات کی منظر کشی دیکھنے میں آتی ہے۔ ان میں اصحاب حسینؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبرؓ کا اذنِ جنگ طلب کرنا، امام حسینؓ کا کمالِ استقامت کے ساتھ اپنے جوان بیٹے کو جنگ کی اجازت دینا، ابنِ حسینؓ کی میدانِ جنگ میں شجاعت و دلیری، ابنِ نمیر کا حضرت علی اکبرؓ پر نیزے سے حملہ آور ہونا، نیزے کا سینۂ اکبرؓ میں پیوست ہو جانا، گھوڑے سے گرنا، امام عالی مقامؑ کا لاشہ ءِ اکبرؓ پر پہنچنا اور سینے سے برچھی کا پھل نکالنا، لاش کو خیمے میں لانا اور خیمہ گاہ میں حشر بپا ہونا شامل ہے، شاعر نے یہ تمام واقعات موثر انداز میں نظم کیے ہیں۔'' (۱۸)

اس مرثیے کے آخر میں روایتی انداز میں دعا بھی مانگی گئی ہے :

یارب جو ملے عمر وہ ماتم میں بسر ہو   مومن کا ہر اک پل اسی عالم میں بسر ہو
ہر موسم ہستی اسی موسم میں بسر ہو   ہر سال کا ہر روز محرم میں بسر ہو
گنجینہ زر پہ نہ ہمیں لعل و گہر دے   دامان طلب اشک مؤدت ہی سے بھر دے[۱۹]

ان کا چوتھا مرثیہ ''ضربِ تبسم'' کے عنوان سے حضرت امام عالی مقامؑ کے طفلِ شیر خوار حضرت شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کے احوال کے منظوم اظہار پر مشتمل ہے۔ یہ چون بند کا مرثیہ ہے۔ ڈاکٹر عذرا شوذب اس مرثیے کے بارے میں لکھتی ہیں :

''چون بند کے اس مرثیے کی ابتدا حمدیہ و نعتیہ مضامین سے ہوتی ہے۔ بعد ازاں مرثیہ نگار جنت البقیع آمد، مقدم ہستیوں بالخصوص خانوادہ رسالت ﷺ اور فخر النساء حضرت فاطمتہ الزہراؑ کے مزارات پر حاضری، آنحضور ﷺ کی جدائی میں ان کی مخدومہ کائنات بیٹی کی حالتِ زار کا نقشہ کھینچ کر یہ واضح کرتے ہیں کہ خاندانِ نبوت پر زمانے کے ظلم و ستم کا آغاز کن آثار کے باعث ہوا۔'' (۲۰)

مرثیے کی مجموعی فضا دردناک واقعات کے احوال کی عکاسی کرتی ہے۔ آگے چل کر شاعر تاریخی واقعات کی ترتیب کو محفوظ رکھتے ہوئے کرب انگیز فضا کی تخلیق کرتا چلا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عذرا شوذب اس

مرثیے کی داخلی فضا کا منظر نامہ کچھ یوں اُجاگر کرتی ہیں:

''پھر امام حسینؑ کا کربلا میں ورود ساتھیوں کی قربانیاں، حضرت علی اصغرؑ کی شیر خواری و معصومیت، امام کا اپنے لاڈلے بچے کو لشکرِ یزید کے سامنے لانا اور اتمامِ حجت کے طور پر اس کے لیے فوج اشقیا سے لے پانی کا طلب کرنا۔ جواب میں حرملہ کا سہ شاخہ تیر بچے پر چلانا اور بازوئے پدر پر ننھے بچے کی شہادت مرثیے کا موضوع ٹھہرائے گئے ہیں اور پر تاثیر اسلوب میں منظوم ہوئے ہیں۔'' (۲۱)

شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کے دلدوز واقعے کا بیان انسانی قلوب پر دیر پا اثرات مرتب کرتا ہے۔ مرثیے کے آخر میں خدائی بارگاہ میں کچھ یوں فریاد کی گئی ہے:

بنی فاطمہؑ و فاتح خیبرؑ کے طفیل — اکبرؑ و قاسمؑ و عباس دلاورؑ کے طفیل
چادر زینبِ وخون علی اصغرؑ کے طفیل — قائد حریت، اس صبر کے پیکر کے طفیل
کشتیاں پار ہوں دنیا کے مسلمانوں کی — باگ مڑ جائے اُمنڈتے ہوئے طوفانوں کی۲۲

پانچواں اور آخری مرثیہ 'اجر مودّت' حضرت حرؑ کے بارے میں ہے۔ چوہتر بند پر مشتمل اس مرثیے کی ابتدا میں دعائیہ لہجہ اختیار کر گیا ہے:

مولا! میری زبان کو کلام آشنائی دے — مولا! مجھے سلیقۂ مدحت سرائی دے
مولا! مجھے شعورِ غمِ کربلائی دے — مولا! میرے سخن کو دلوں تک رسائی دے
میں یوں ادا فرائض لوح و قلم کروں — تا عمر مدح آل محمد ﷺ رقم کروں۲۳

یہ مرثیہ جناب حرؑ کے کردار کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے۔ ڈاکٹر عذرا شوذب اس مرثیے کے آغاز کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''تمہید میں مرثیہ نگار نے جذبۂ حریت کی حقیقت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت حرؑ کو ایسا بندۂ حریت مآب کہا ہے جو پردۂ شب میں آفتاب کی طرح پوشیدہ تھا۔'' (۲۴)

اس مرثیے میں حر کی طرف سے امام مظلوم کے قافلے کا راستہ روکنا، امام حسینؑ کا حر کے لشکر کا سیراب کرنا، عاشورہ کی شب حر کے باطن میں کشمکش شروعات، عاشورہ کے دن امام خطبے کو سن کر حرؑ کی قلب ماہیت ہونا، پھر یزیدی لشکر کو چھوڑ کر امام کی خدمت میں حاضری اور نواسۂ رسول ﷺ کی طرف سے

معافی ملنے کے بعد میدانِ جنگ کو روانگی اور شہادت کے واقعات کا بیان شامل ہے۔

عاصی کرنالی نے اپنے مرثیوں میں فکر و فن کی صلاحیتوں کو توانا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر عذرا شوذب اس حوالے سے مزید لکھتی ہیں:

> ''ڈاکٹر عاصی کرنالی ان مرثیوں میں پختہ گو اور قادر الکلام مرثیہ نگار کے طور پر ابھرے ہیں۔ اگرچہ انھوں نے ان مرثیوں میں مسدس کی روایتی ہیئت ہی کو برتا ہے تاہم ان مرثیوں میں دورِ جدید کے مسائل و معاملات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مرثیہ نگار نے یزید و اہل بیتؑ کے مقابلے میں امام حسینؑ کو خیرِ کل قرار دے کر انھیں ایسا رہنما بتایا ہے جو ہر دور اور ہر زمانے میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ بطورِ مجموعی یہ مرثیے موجودہ دور کی ابتری اور شکست اقدار میں اعلیٰ انسانی اقدار کے ذریعے معاشرتی توازن پیدا کرنے کا پیغام دیتے ہیں۔'' (۲۵)

عاصی کرنالی نے سلام، منقبت اور مرثیے کی اصناف میں طبع آزمائی کر کے مذہبی شاعری میں بالعموم اور فکر اہل بیتؑ کی ذیل میں بالخصوص معتدبہ اضافہ کیا ہے جو ان کی دلی عقیدت اور روحانی وابستگی پر دال ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، جاوداں (ملتان: مکتبہ اہل قلم، ۱۹۸۸ء)، ص۱۱۔

۲۔ ایضاً، ص۴۱۔

۳۔ ڈاکٹر سید قمقام حسین جعفری، صنف سلام اور اس کا عہدبہ عہد ارتقاء (کراچی: اکادمی بازیافت، اردو بازار)، ص ۹۳۔

۴۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، تمام و نا تمام (کراچی: ایجوکیشنل پریس، ۱۹۹۴ء)، ص ۲۴۴۔

۵۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، جاوداں، ص۲۱۔

۶۔ مرتضی اشعر، س۔ سلام (کراچی: ادب رنگ پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص۱۰۔

۷۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، تمام و نا تمام، ص۴۹۷۔

۸۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، جاوداں، ص۱۷۔

۹۔ ایضاً، ص۱۷۔

۱۰۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، تمام و نا تمام، ص ۳۸۴۔
۱۱۔ سید افضل حیدر، ذکرِ حسین (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۰۔
۱۲۔ ڈاکٹر روبینہ ترین، تاریخِ ادبیاتِ ملتان (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء)، ص ۲۵۲۔
۱۳۔ حسین سحر، اظہار و بیان (ملتان: سحر سنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۸۹۔
۱۴۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، خاصانِ خدا کربلا میں (کراچی: الشفق پرنٹرز، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۰۔
۱۵۔ ڈاکٹر عذرا شوذب، ''ڈاکٹر عاصی کرنالی کی مرثیہ نگاری''، مشمولہ روزنامہ جنگ ملتان، ۱۸فروری ۲۰۰۵ء۔
۱۶۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، خاصانِ خدا کربلا میں، ص ۱۴۔
۱۷۔ ڈاکٹر عذرا شوذب، ''ڈاکٹر عاصی کرنالی کی مرثیہ نگاری''، مشمولہ روزنامہ جنگ ملتان، ۱۸فروری ۲۰۰۵ء۔
۱۸۔ ایضاً۔
۱۹۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، خاصانِ خدا کربلا میں، ص ۷۵۔
۲۰۔ ڈاکٹر عذرا شوذب، ''ڈاکٹر عاصی کرنالی کی مرثیہ نگاری''، مشمولہ روزنامہ جنگ ملتان، ۱۸فروری ۲۰۰۵ء۔
۲۱۔ ایضاً۔
۲۲۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی، خاصانِ خدا کربلا میں، ص ۹۴۔
۲۳۔ ایضاً، ص ۹۹۔
۲۴۔ ڈاکٹر عذرا شوذب، ''ڈاکٹر عاصی کرنالی کی مرثیہ نگاری''، مشمولہ روزنامہ جنگ ملتان، ۱۸فروری ۲۰۰۵ء۔
۲۵۔ ایضاً۔